لباس احکام ومسائل

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات

جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

لباس، لبس سے بنا ہے۔ لبس کا اصل معنی کسی چیز کو چھپالینا کے ہیں۔ ہر وہ چیز جو انسان کی قبیح چیزوں کو چھپالے، اس کو لباس کہتے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو قبیح چیزوں سے چھپالیتی ہے وہ ایک دوسرے کی عفت کی حفاظت کرتے ہیں اور خلاف عفت چیزوں سے ایک دوسرے کے لئے مانع ہوتے ہیں اس لئے انہیں ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے۔ (۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''لباس'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بدانکہ لباس مصدر راست بمعنی ملبوس چنانچہ کتاب بمعنی مکتوب اسم لباس شامل ست بدستار و پیراہن وجبہ وکلاہ وردا، و ازار وغیرہ وآنچہ در پوشش بباید۔'' (۲)

(جان لو کہ لباس بمعنی ملبوس جیسا کہ کتاب بمعنی مکتوب اور لباس کا اسم دستار، پیراہن وجبہ وٹوپی، چادر ازار وغیرہ اور جو کچھ پہننے میں آئے سب کو شامل ہے)۔

لباس: قرآنی اشارات کی توضیحات:

قرآن کریم میں لباس کے حوالہ سے مختلف اشارات ملتے ہیں ان میں سے بعض کے بارے میں مفسرین کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

الف: لباس۔ حصول زینت وحیاء کا ذریعہ:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ط (الاعراف: ۲۶)

میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

اے اولادِ آدم بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے اور تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر لباس ہے۔

انسان کے لئے لباس کی اخلاقی ضرورت مقدم ہے (یعنی یہ کہ وہ اپنی سواۃ کو ڈھانکے) اوراس کی طبعی ضرورت مؤخر ہے۔ یعنی یہ کہ اس کا لباس اس کے لئے ریش (جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ) ہو۔ اس باب میں بھی فطرتاً انسان کا معاملہ حیوانات کے برعکس ہے۔ اُن کے لئے پوشش کی اصل غرض صرف اس کا ''ریش'' ہونا ہے۔ رہا اس کا ستر پوش ہونا تو اُن کے اعضاء صنفی سرے سے سواۃ ہی نہیں ہیں کہ انہیں چھپانے کے لئے حیوانات کی جبلت میں کوئی داعیہ موجود ہوتا اور اس کا تقاضا پورا کرنے کے لےء ان کے اجسام پر کوئی لباس پیدا کیا جاتا۔ لیکن جب انسانوں نے شیطان کی رہنمائی قبول کی تو معاملہ پھر اُلٹ گیا۔ اس نے اپنے ان شاگردوں کو اس غلط فہمی میں ڈال دیا کہ تمہارے لئے لباس کی ضرورت بعینہٖ وہی ہے جو حیوانات کے لئے ریش کی ضرورت ہے۔ رہا اس کا سواۃ کو چھپانے والی چیز ہونا تو یہ قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ جس طرح حیوانات کے اعضاء سواۃ نہیں ہیں اسی طرح تمہارے یہ اعضاء بھی سواۃ نہیں، محض اعضاء صنفی ہی ہیں۔

انسان کے لئے لباس کا صرف ذریعہ ستر پوشی اور وسیلۂ زینت و حفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت اس معاملہ میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہئے وہ یہ ہے کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو، یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو، زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ فخر و غرور اور تکبر و ریا کی شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور پھر اُن ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بناء پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں۔ عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود اپنی ذلت کا زندہ اشتہار بن جاتی ہے۔ لباس کے معاملہ میں اس خیر مطلوب کو پہنچنا تو کسی طرح اُن لوگوں کے بس میں ہے ہی نہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر اپنے آپ کو بالکل خدا کی رہنمائی کے حوالے نہیں کر دیا ہے۔ جب وہ خدا کی رہنمائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو شیاطین ان کے سرپرست بنا دیئے جاتے ہیں۔ پھر یہ شیاطین ان کو کسی نہ کسی غلطی میں مبتلا کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔

لباس کا معاملہ بھی اللہ کی اُن بے شمار نشانیوں میں سے ایک ہے جو دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں اور حقیقت تک پہنچنے میں انسان کی مدد کرتی ہیں۔ بشرطیکہ انسان خود ان سے حق لینا چاہے۔ اوپر جن حقائق کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے انہیں اگر تامل کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ لباس کس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ایک اہم نشان ہے۔ (۳)

اسی آیت کی روشنی میں تفسیر نمونہ میں لباس کی اہمیت، اقسام، موجودہ زمانے میں فیشن اور اس کے نقصانات پر روشنی ڈالی ہے۔

''جہاں تک تاریخ کی دسترس ہے ہمیں انسان ہمیشہ لباس میں ملتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تاریخ جتنی دور ہوتی جاتی ہے اور مقامات بدلتے جاتے ہیں تو لباسوں میں بھی بڑا فرق ہوتا جاتا ہے۔ گزشتہ زمانے میں لباس صرف جاڑے اور گرمی سے بچنے کے لئے یا بدن کی زینت کے لئے پہنا جاتا تھا لیکن بدن کی حفاظت کے پہلو سے غفلت تھی۔ آج کی زندگی میں یہ پہلو بھی سامنے آگیا ہے جیسا کہ بعض شعبوں میں اس کی طرف خاص نظر ہے جیسے فضا نوردوں، آگ بجھانے والوں، کان کنوں، سمندروں میں غوطہ لگانے والوں اور اسی طرح کے دیگر کام کرنے والوں کے مخصوص لباس جو ان کی جان و بدن کی حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں صنعت لباس بانی کے موادِ خام میں اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ جس کا گزشتہ دور میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر المنار کا مؤلف آٹھویں جلد میں اس آیت کے ذیل میں اس طرح رقمطراز ہے:

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جرمنی کا صدر ایک کپڑے کی مل کا معائنہ کررہا تھا۔ جب وہ اس عظیم کارخانے میں داخل ہوا تو شروع میں اس نے کچھ بھیڑوں کو دیکھا جن سے اُون اتاری جارہی تھی۔ اس کے بعد جب وہ اس کارخانے سے باہر نکلنے لگا تو کارخانے کے مہتمم نے اسے ایک خوبصورت کپڑا پیش کیا اور کہا کہ یہ اسی اُون سے تیار ہوا ہے جو ابھی تھوڑی دیر بیشتر آپ کے سامنے بھیڑوں سے حاصل کی جارہی تھی۔ یعنی دو گھنٹے سے بھی کم کی مدت میں بھیڑ کے بدن سے اتری ہوئی اُون صدرِ مملکت کے پہننے کے لئے ایک خوبصورت کپڑا بن گیا۔

لیکن ہمارے دور میں کپڑے کے استعمال کا ایک ناپسندیدہ اور افسوسناک پہلو اس طرح سامنے آیا ہے کہ اس کا اصلی فائدہ تحت الشعاع ہوگیا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ لباس حسن پرستی، فساد، شہوت انگیزی، خودنمائی اور تکبر، اسراف اور فضول خرچی وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ

بعض افراد کے بدن پر ایسا لباس دیکھا گیا ہے (خاص کر مغرب زدہ جوانوں کے بدن پر) جس کا جنونی پہلو عقلی پہلو پر غالب نظر آتا ہے۔ وہ لباس ایسا ہے جو دنیا کی ہر چیز ہو سکتا ہے لیکن اسے لباس نہیں کہا جا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں جو ذہنی نقص ہے اس کا اظہار وہ اس طرح کے عجیب و غریب لباس پہن کر کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کسی کارنمایاں سے لوگوں کی نظر اپنی طرف نہیں موڑ سکتے وہ عجیب و غریب اور حیران کن لباس کے ذریعے معاشرے میں اپنے وجود کا اظہار چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو بردبار ہیں اور ان میں کسی قسم کا نقص یا احساس کمتری نہیں ہے وہ ایسے لباس سے اجتناب کرتے ہیں۔

علاوہ بریں کتنا کثیر مال اور سرمایہ ان گوناں گوں لباسوں، فیشن پرستیوں اور لباس پہننے کے مقابلوں میں خرچ ہو جاتا ہے۔ اگر اس مبلغ کثیر کو ان فضول خرچیوں سے بچا لیا جائے تو اس سے نہ معلوم کتنی اجتماعی اور معاشرتی مشکلیں حل ہو سکتی ہیں اور اس کے ذریعے اس دکھی معاشرے کے کتنے زخموں پر مؤثر طور پر مرہم رکھا جا سکتا ہے۔

لباس کے بارے میں فیشن پرستی سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ زر کثیر بیکار خرچ ہو جاتا ہے بلکہ اس سے وقت اور انسانی توانائی بھی بہت تلف ہوتی ہے۔ (۴)

(ب) لباس۔ تقاضائے فطرت:

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ (الاعراف: ۲۲)

پھر فریب سے انہیں (اپنی طرف) جھکا لیا پس جب انہوں نے اس درخت سے چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

''آدم علیہ السلام کے واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے جو اول دن سے اس کے ساتھ ہے اور آج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول سراسر غلط اور بے اصل ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا، پھر ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے لباس ایجاد کیا۔'' (۵)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اسی تقاضائے فطرت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر کا احساس انسان کے اندر بالکل فطری ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں محض عادت کی پیداوار ہیں ان کا خیال بالکل غلط ہے۔ جس طرح توحید فطرت ہے شرک انسان مصنوعی طور پر اختیار کرتا ہے اسی طرح حیاء فطرت ہے اور بے حیائی انسان مصنوعی طور پر اختیار کرتا ہے۔'' (۲)

(ج) سردی کا لباس:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْ ءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ٥ (النحل: ۵)

اور اس پروردگار نے چوپایوں کو پیدا کیا جبکہ ان سے تمہیں لباس اور دیگر منافع حاصل ہوتے ہیں اور تم ان کے گوشت سے کھاتے ہو۔

''دفء'' سے مراد جانوروں کی اون اور چمڑے سے بنائے جانے والے لباس ہیں جیسے سویٹر، کمبل، جوتا، ٹوپی وغیرہ۔

(د) گرمی کا لباس:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ (النحل: ۸۱)

اس نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا۔ پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں۔ اور تمہارے لئے ایسے لباس بنائے جو گرمی سے بچاتے ہیں اور جنگ میں تمہاری حفاظت کرنے والے لباس بھی بنائے ہیں۔

سرابیل ''سربال'' کی جمع ہے۔ مفردات میں راغب نے اس کا معنی پیراہن اور قمیص بیان کیا ہے۔ البتہ لباس کا صرف یہی فائدہ نہیں کہ وہ گرمی اور سردی میں انسان کے وقار کا بھی باعث ہے اور جسم انسانی کو بہت سے خطرات سے بچائے رکھتا ہے کیونکہ انسان برہنہ ہو تو شاید اس کے بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر روز زخمی ہو جائے یہ احتمال بھی ہے کہ گرمی لگنے اور سورج کی تیز حدت کے خطرات زیادہ سریع اور زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں شدید گرمی اور سورج کی شدید

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

تپش کے سامنے انسان کی قوت برداشت سردی کے مقابلے میں قوت برداشت کی نسبت بہت کم ہوتی ہے کیونکہ سردی میں انسان کی اندرونی حرارت بہت حد تک اس کی حفاظت کرسکتی ہے جبکہ گرمی کے مقابلے میں اس کی قوت مدافعت بہت کم ہوتی ہے۔(۷)

(ہ) جنگی لباس:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○ (الانبیاء:۸۰)

اور ہم نے (داؤد علیہ السلام کو) زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تا کہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے پھر کیا تم شکر گزار ہو؟

اس لباس کی تیاری کا طریقہ کار سورہ سبا (آیت:۱۰۔۱۱) میں بیان کیا گیا ہے۔

(و) نماز کے لئے عمدہ لباس:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (الاعراف:۳۱)

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

اس آیت میں لباس کو لفظ زینت سے تعبیر کر کے اس طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ نماز میں افضل و اولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق لباس زینت اختیار کیا جائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں۔(۸)

(ز) لباس کو پاک صاف رکھا جائے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ (اور اپنے لباس کو پاک رکھئے)۔

آپ کو نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کبریائی کے اعلان کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ آپ کے رب کا جمال اس بات کو گوارا نہیں کرسکتا کہ آپ میلے کچیلے ہوں یا

آپ کے کپڑے گندے یا ناپاک ہوں۔ جس طرح آپ کی زندگی کا مقصد مقدس ہے اسی طرح آپ کا لباس بھی اجلا، صاف اور پاک ہونا چاہئے۔(۹)

مولانا مودودی نے اس آیت کے مفہوم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس کو نجاست سے پاک رکھو، کیونکہ جسم ولباس کی پاکیزگی اور روح کی پاکیزگی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ایک پاکیزہ روح گندے جسم اور ناپاک لباس میں نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس معاشرے میں اسلام کی دعوت لے کر اٹھے تھے وہ صرف عقائد اور اخلاق کی خرابیوں ہی میں مبتلا نہ تھا بلکہ طہارت ونظافت کے بھی ابتدائی تصورات تک سے خالی تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ان لوگوں کو ہر لحاظ سے پاکیزگی کا سبق سکھانا تھا۔ اس لئے آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں بھی طہارت کا ایک اعلیٰ معیار قائم فرمائیں۔ چنانچہ یہ اسی ہدایت کا ثمرہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی کو طہارتِ جسم ولباس کی وہ مفصل تعلیم دی ہے جو زمانہ جاہلیت کے اہل عرب تو درکنار آج اس زمانے کی مہذب ترین قوموں کو بھی نصیب نہیں ہے حتیٰ کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ایسا کوئی لفظ تک نہیں پایا جاتا جو "طہارت" کا ہم معنی ہو۔ بخلاف اس کے اسلام کا حال یہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اسلامی احکام کا آغاز ہی کتاب الطہارت سے ہوتا ہے جس میں پاکی اور ناپاکی کے فرق اور پاکیزگی کے طریقوں کو انتہائی تفصیلی جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا مفہوم ان الفاظ کا یہ ہے کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو۔ راہبانہ تصورات نے دنیا میں مذہبیت کا معیار یہ قرار دے رکھا تھا کہ آدمی جتنا زیادہ میلا کچیلا ہو اتنا ہی زیادہ وہ مقدس ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذرا اُجلے کپڑے ہی پہن لیتا تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ دنیادار انسان ہے۔ حالانکہ انسانی فطرت میل کچیل سے نفرت کرتی ہے اور شائستگی کی معمولی حس بھی جس شخص کے اندر موجود ہو وہ صاف ستھرے انسان ہی سے مانوس ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والے کے لئے یہ بات ضروری قرار دی گئی کہ اُسکی ظاہری حالت بھی ایسی پاکیزہ اور نفیس ہونی چاہئے کہ لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کی شخصیت میں کوئی ایسی کثافت نہ پائی جائے جو طبائع کو اس سے متنفر کرنے والی ہو۔

تیسرا مفہوم اس ارشاد کا یہ ہے کہ اپنے لباس کو اخلاقی عیوب سے پاک رکھو۔ تمہارا لباس

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ستھرا اور پاکیزہ تو ضرور ہو مگر اس میں فخر و غرور، ریاء اور نمائش، ٹھاٹھ باٹھ اور شان و شوکت کا شائبہ تک نہ ہونا چاہئے۔ لباس وہ اوّلین چیز ہے جو آدمی کی شخصیت کا تعارف لوگوں سے کراتی ہے۔ جس قسم کا لباس کوئی شخص پہنتا ہے اس کو دیکھ کر لوگ پہلی نگاہ ہی میں یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ رئیسوں اور نوابوں کے لباس، مذہبی پیشہ وروں کے لباس، متکبر اور بر خود غلط لوگوں کے لباس، چھچھورے اور کم ظرف لوگوں کے لباس، بدقوارہ اور آوارہ منش لوگوں کے لباس، سب اپنے پہننے والوں کے مزاج کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف بلانے والے کا مزاج ایسے سب لوگوں سے فطرتاً مختلف ہوتا ہے، اس لئے اس کا لباس بھی ان سب سے لازماً مختلف ہونا چاہئے۔ اس کو ایسا لباس پہننا چاہئے جسے دیکھ کر ہر شخص یہ محسوس کرے کہ وہ ایک شریف اور شائستہ انسان ہے جو نفس کی کسی برائی میں مبتلا نہیں ہے۔ (۱۰)

(ک) ضرورت مندوں کو لباس فراہم کرنا:

قرآنی اشارات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ لباس انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے اَوْ كِسْوَتُهُمْ (المائدہ:۸۹) یعنی دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دے دیا جائے مثلاً ایک پاجامہ یا تہبند یا لمبا کرتہ (۱۱) کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح دودھ پلانے (البقرہ:۲۲۳) اور سفہا کے مال کے سرپرستوں کے حوالہ سے بھی لباس (النساء:۵) کا ذکر آیا ہے۔

لباس کے آداب۔ احادیث کی روشنی میں:

(۱) نیا لباس زیب تن کرتے ہوئے دعا کی جائے۔ شمائل ترمذی میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ اَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔

اے اللہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں جیسے کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا اس پر میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ اے اللہ تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اس کپڑے کے شر سے تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں اور جس شرارت والے کام کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۱۲)

سنن ابو داوٗد میں یہ دعا بھی نقل کی گئی ہے جس کے پڑھنے سے گناہوں سے معافی کی

نوید سنائی گئی ہے:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ. (۱۳)

(اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے مرحمت فرمایا)۔

(۲) جب کوئی نیا کپڑا پہنے تو دوسرے مسلمان بھائی ان الفاظ سے دعا کریں۔ تُبْلِیْ وَیُخْلِفُ اللّٰہُ تَعَالٰی اسے پرانا کرو اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرا نصیب کرے۔ (۱۴)

(۳) لباس کے معاملہ میں اسراف اور تکبر سے منع کیا گیا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے:

کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلۃ. (۱۵)

(کھاؤ پیو اور پہنو اور صدقہ کرو، اسراف اور تکبر کے بغیر۔

تکبر کے بارہ میں آپ نے فرمایا:

لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا جو اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹے گا۔ (۱۶)

معنی نفی النظر ھاھنا نفی الرحمۃ واللطف

اس حدیث میں نظر نہ فرمانے کا مطلب نظر رحمت ولطف ہے۔ (۱۷)

نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو اپنے لباس میں اتراتا ہوا اور بالوں میں کنگھی کئے ہوئے جارہا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں تڑپتا رہیگا۔ (۱۸)

(۴) لباس پرانا ہی کیوں نہ ہو مگر صاف ستھرا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پراگندہ حال میں دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے فرمایا اسے سر کو صاف کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملتی؟ پھر ایک دوسرے آدمی کو دیکھا جس کے کپڑے میلے تھے، فرمایا:

اما کان ھذا یجد ما یغسل بہ ثوبہ (۱۹)

اسی طرح ابو الاحوص کے والد میلے کچیلے کپڑوں میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کیا

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

تمہارے پاس مال ہے؟ عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ بھیڑ بکریاں، گھوڑے اور لونڈی غلام عنایت فرمائے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

فاذا اتاک اللہ مالا فلیراثر نعمة اللہ علیک و کرامته

(جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس انعام و اکرام کا اثر ظاہر ہونا چاہئے) (۲۰)

(۵) ریشمی لباس مردوں کے لئے ممنوع ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاندی کے برتنوں میں پینے اور کھانے سے منع فرمایا ہے نیز ریشم اور دیباج کے کپڑے پہننے اور بچھانے سے بھی۔ (۲۱)

مردوں کے لئے ریشم کیوں حرام کیا گیا اس کی حکمت پر بحث کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

اختلفوا فی الحکمة فی تحریم الحریر علی الرجل فقیل السرف وقیل الخیلا وقیل للتشبه بالنساء وعن بعضهم ان تعلیل التحریم التشبه بالکفار ویدل علیه قوله صلی اللہ علیه وسلم هو لهم فی الدنیا ولنا فی الاخرة. (۲۲)

مردوں پر ریشم کے حرام ہونے میں کیا حکمت ہے؟ اس بارہ میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ریشم کا لباس پہننے میں اسراف ہے بعض کے نزدیک تکبر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا کہ تحریم کا سبب تشبہ بالکفار ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ ریشم دنیا میں کفار کیلئے ہے اور آخرت میں ہمارے لئے۔

البتہ کسی عذر کی بناء پر اس کے پہننے کا جواز موجود ہے۔

(۶) لباس شہرت نہ ہو۔

ہر وہ لباس جس سے انسان معاشرہ میں نمایاں نظر آئے وہ عمدہ و اعلیٰ ہو یا ادنیٰ و گھٹیا، مقصود نمائش و دکھاوا ہو نہ کہ ستر پوشی و زینت "لباس شہرت" ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

من لبس ثوب شهرة البسه الله يوم القيمه ثوبا مثله زاد عن ابی عوانه ثم قلهب فيه النار. (۲۳)

(جو شہرت کے لئے لباس پہنے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے اس طرح کا لباس پہنائے گا ابو عوانہ نے یہ بھی کہا پھر اس میں آگ لگا دی جائے گی۔

ایسا رنگا ہوا لباس جس سے آنکھوں کی ضیافت ہوتی ہو اور جس کے پہننے کا مقصد تفاخر اور خود نمائی ہو منع ہے۔ (۲۴)

(۷) لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتداء کی جائے اور اتارتے وقت بائیں طرف سے آغاز کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

اذا لبستم واذا توضاتم فابدء وا بميا منكم. (۲۵)

(۸) سفید، سیاہ، زرد اور سبز رنگ کو علماء نے مستحب و جائز کہا ہے۔ اسی طرح دھاری دار لباس بھی جائز ہے۔ البتہ خالص سرخ رنگ کو بعض علمائے احناف اور حنابلہ نے مردوں کے لئے مکروہ کہا ہے۔ جبکہ شوافع، حنابلہ اور بعض احناف نے جائز کہا ہے۔ (۲۶)

لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس سے متعلق محدثین اور سیرت نگاروں نے معلومات اکٹھی کی ہیں۔ (۲۷)

اس اہتمام کا سبب **لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة** ہے۔ اسی طرح یہ روایت بھی قابل توجہ ہے۔ عبید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں مدینہ منورہ جا رہا تھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا تھا کہ اپنے تہبند کو اونچا کرو، یہ بچاؤ ہے اور باقی رہنے والا ہے جب میں نے اس آواز دینے والے پر توجہ کی تو وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ تو سوائے ایک سفید و سیاہ دھاری دار چادر کے کچھ بھی نہیں آپ نے ارشاد فرمایا: "**امالک فی اسوة**" کیا میرا طرز عمل تیرے لئے نمونہ نہیں؟ جب عبید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ کی تہبند نصف پنڈلی تک تھی۔ (۲۸)

یہی سبب ہے علماء کا اپنی تصانیف میں اس عنوان کے ذکر کا۔ اگرچہ لباس سے متعلقہ

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

چیزیں، فقہ کی زبان میں ''سنت عادیہ'' ہیں مگر اس کائنات میں آپ کی عادت سے بڑھ کر کسی کی عادت مبارک اور عمدہ ہوسکتی ہے؟

اسی لئے احادیث سے آپ کے لباس کے متعلق چند معلومات مختصراً درج کی جاتی ہیں جو اس مسئلہ میں اصولی حیثیت رکھتی ہیں۔

علامہ احمد الجواد الدومی لباس سے متعلقہ آپ کا عمومی طرز عمل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کان صلی اللہ علیہ وسلم یلبس من لباس قومہ، ولا یحب ان یتمیرز علی واحد منھم. (۲۹)

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا قومی لباس پہنا کرتے تھے اور لباس کے پہننے میں کسی ایک پر فوقیت پسند نہیں فرماتے تھے)۔

حضرت عائشہ کے حوالہ سے علامہ ابراہیم بن محمد الیجوری لکھتے ہیں:

ولا اتخذ من شیء زوجین لاقمیص ولاردائن ولا ازارین ولا زوجین من النعال. (۳۰)

بیک وقت آپ ﷺ کے پاس کسی چیز کے دو جوڑے نہیں ہوتے تھے نہ دو قمیص، نہ دو چادریں، نہ دو لنگیاں اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے۔

آپ کے لباس مبارک کے حوالہ سے سفید رنگ بھی اہم ہے کیونکہ آپ کو پسند تھا۔ ارشاد مبارک ہے:

البسوا لبیاض فانھا اطھروا طیب رکفنو فیھا موتکم. (۳۱)

(سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ ستھرے اور پاک ہیں اور اسی سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو)۔

سفید لباس، باطنی طہارت کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے کہ آدمی کا دل رذائل سے پاک ہے:

وفی البیاض اشعار الی طھارۃ الباطن ایضاً (۳۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستین والا رومی جبہ بھی زیب تن فرمایا۔ (۳۳)

آپ کے اس طریقہ مبارک سے علماء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لباس پاک ہی ہوتا ہے خواہ اس کو کفار نے بنایا ہو۔ علامہ الیجوری لکھتے ہیں:

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

وهـذا يـدل عـلـى ان الاصـل فـي الثياب الطهارة وان كانت من نسيج الكفار لانه صلى الله عليه وسلم لم يمتنع من لبسها (۳۴)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کپڑا فی الحقیقت پاک ہوتا ہے اگر چہ کفار نے ہی کیوں نہ بنایا ہواس لئے کہ سیدالکونین نے اس کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔

اسی طرح ملاعلی قاری نے جمع الوسائل میں لکھا:

ومن فوائد الحديث الانتفاع بثياب الكفار حتى يتحقق نجاستها لانه صلى الله عليه وسلم لبس الجبة الروميه. (۳۵)

(حدیث شریف کے فوائد سے ہے کہ جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے)۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یمن، مصر اور شام کے کپڑے بنے ہوئے ہوتے۔ان علاقوں کے لوگ غیر مسلم تھے مسلمان انہیں دھوئے بغیر استعمال کرتے۔

كـانـت الثياب تجلب اليهم اى الى المسلمين في زمن النبي من اليـمـن ومـصـر والـشـام واهلها كفار، وكانوا يلبسون ما ينسجه الكفار ولا يغسلونه. (۳۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لباس کے بارہ میں آپ کے عمومی طرز عمل کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عادت شریف در لباس توسع وترک تکلف بود یعنی ہر چہ می یافت می پوشید وتنگ نگیرفت بتعین واقتصار برصنف معین وطلب نفیس غالی ونہ خسیس رخیص وتکلف نیکرد و ہر چہ موجود و میسر میشد میپوشید واقتصار میکرد برانچہ داعی بود ضرورت (۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لباس شریف میں عادت کریمہ وسعت اور ترک تکلف کی تھی۔ مطلب یہ کہ جو پاتے زیب تن فرما لیتے اور تعین کی تنگی نہ اختیار فرماتے اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے اور کسی حال میں عمدہ ونفیس کی خواہش نہ فرماتے اور نہ ادنیٰ وحقیر کا تکلف فرماتے جو کچھ میسر ہوتا پہن لیتے اور جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا فرماتے۔

لباس کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وہ بنیادی امور ہیں جو امت کے لئے اسوہ حسنہ بنے۔ ذیل میں آپ کے ملبوسات کے بارہ میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں چند معلومات درج ذیل ہیں:

(۱) قمیص۔

ملبوسات میں سیدہ ام سلمہ کے بقول قمیص آپ کو سب سے زیادہ پسند تھی۔(۳۸)

آپ کی قمیص مبارک کی آستین کلائی تک ہوتی۔(۳۹)

قمیص کے پسندیدہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے سید امیر شاہ گیلانی لکھتے ہیں:

''بدن پر کرتہ ہلکا محسوس ہوتا ہے اس کے استعمال میں تکبر اور فخر بھی نہیں پایا جاتا اور اس سے بدن اچھا، ستھرا اور خوبصورت نظر آتا ہے۔''(۴۰)

(۲) رداء۔(چادر)، احادیث میں بردہ (دھاری دار چادر)، **برد نجرانی غلیظ الحاشیہ** (گہرے حاشیے والے نجرانی چادر) حبرۃ (یمنی چادر) یہ آپ کو سب سے زیادہ پسند تھی۔ اس کا شمار عربوں میں اعلیٰ واشرف کپڑوں میں ہوتا ہے۔ **مرط من شعر اسود** (سیاہ بالوں والا کمبل)

(۳) جبہ:

ا۔ جبہ شامیۃ: یہ تنگ آستینوں کا جبہ تھا۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ نے زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ ایک روایت میں جبہ رومیہ کے الفاظ ہیں۔

۲۔ صوف کا جبہ:

(۴) حلۃ حمراء: (سرخ دھاری دار جوڑا)۔

(۵) عمامہ:

فتح مکہ کے وقت آپ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔(۴۱)

(۶) ازار: (تہبند)

(۷) شلوار:

شلوار آپ نے خریدی لیکن استعمال نہ فرمائی۔(۴۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

أن اول من لبس السراویل ابراھیم علیہ السلام (۴۳)

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک کا یہ مختصر سا تذکرہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے کس قدر سادہ زندگی گزاری۔ آپ بھی اگر موجودہ دور کے سجادہ نشینوں کی طرح صرف قیمتی اور اعلیٰ ترین لباس پہنتے تو امت کے غرباء کے لئے کس طرح آپ کی حیات طیبہ نمونہ بنتی۔

قیمتی/عمدہ/ دھلا ہوا/ لباس پہننے کے چند مواقع:

انسان کی معاشرتی زندگی میں بعض خاص مواقع ایسے آتے ہیں جہاں شریعت نے عمدہ لباس کے التزام کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں چند اہلِ علم کی آراء درج ذیل ہیں:

امام شافعی فرماتے ہیں:

واحب أن يلبس الرجل احسن مايجد في الاعياد الجمعة والعيدين ومحافل الناس ويتنظف ويتطيب. (۴۳)

امام قرطبی لکھتے ہیں:

و اذا كان هذا فقد دلت الآية على لباس الرفيع من الثياب، والتجمل بها في الجمع والاعياد وعند لقاء الناس و مزاورة الاخوان قال ابو العالية: كان المسلمون اذا تزاوروا تجملوا وفي صحيح مسلم من حديث عمر بن الخطاب أنه رأى حلة سيراء تباع باب المسجد فقال يارسول الله لو اشتريتها ليوم الجمعة وللوفود اذا قدموا عليك؟ فقال رسول الله انما يلبس هذا من لاخلاق له في الآخرة فما انكر عليه ذكر التجمل، وانما انكر عليه كونها سيراء. وقد اشترى تميم الداري حلة بالف درهم كان يصلي فيها. (۴۴)

ابن الجوزی لکھتے ہیں:

انه ورد في التزين باجمل الثياب في الجمع والاعياد. (۴۵)

امام ابن کثیر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (۴۶)

علامہ آلوسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

وﷲعن ابن عباس رضی اللہ عنهما لما بعثه علی کرم اللہ تعالٰی وجهه الی الخوارج لبس افضل ثیابه وتطیب باطیب طیبه ورکب احسن مراکبه. (۴۷)

علمائے کرام کی ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ورج ذیل موقعوں پر عمدہ لباس زیب تن کرنا اسلام میں پسندیدہ عمل ہے۔

۱۔عید ۲۔جمعہ ۳۔نماز۔

۴۔ اپنے بھائی سے نجی ملاقات کے وقت۔

۵۔ سرکاری طور پر وفود سے ملاقات کے موقع پر۔

۶۔ فریق مخالف سے مذاکرات کے موقع پر۔

عموماً علماء نے ان آیات وروایات سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ...... (الاعراف:۳۲)

۲۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ...... (الاعراف:۳۱)

۳۔ عن عبداللہ بن سلام : انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول علی المنبر یوم الجمعة ما علی احدکم لو اشتری ثوبین لیوم الجمعة سوی ثوب مهنة(۴۸)

خواتین کا لباس:

اسلام میں مرد اورعورت دونوں تہذیب کے معمار ہیں۔ اسلام نے ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ اجتماعی ذمہ داریوں کا اہل سمجھا اسی لئے لباس کے بارہ میں عورت کے بارہ میں خاص احکامات دیئے ہیں۔ قرآن کریم نے عورت کے لئے دو اضافی ملبوسات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔خُمر (سورۃ النور:۳۱):

خمار کی جمع ہے اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عورت سر پر استعمال کرے اور اس سے گلا اور سینہ بھی چھپ جائے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں دوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس سے گریبان اور گلا سینہ اور کان کھلے رہتے تھے اس لئے مسلمان عورتوں کو حکم دیا

گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹے کے دونوں پلے ایک دوسرے پر الٹ لیں تاکہ یہ سب اعضاء چھپ جائیں۔(۴۹)

اہل ایمان خواتین نے قرآن کا یہ حکم سنتے ہی فوراً جس طرح اس کی تعمیل کی اس کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سورہ نور نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سن کر لوگ اپنے گھروں کی طرف ۔پلٹے اور جاکر انہوں نے اپنی بیویوں، بیٹیوں، بہنوں کو آیات سنائیں۔انصار کی عورتوں سے کوئی ایسی نہ تھی جو آیت لیضربن بخمرهن علی جیوبهن کے الفاظ سن کر اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی ہو۔ ہر ایک اٹھی اور کسی نے اپنا کمر پٹہ کھول کر اور کسی نے چادر اٹھا کر فوراً اس کا دوپٹہ بنایا اور اوڑھ لیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جتنی عورتیں مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں سب چادریں اوڑھے ہوئے تھیں۔(۵۰)

۲۔جلباب:(سورہ احزاب:۵۹):

جلباب اس خاص لمبی چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے۔(۵۱)

امام ماوردی کے ایک قول کے مطابق :ان تغطی وجهها حتی لا تظهر الا عینها الیسری (یعنی چادر ایسی ہو کہ اس سے چہرہ چھپ جائے اور دیکھنے کیلئے صرف بائیں آنکھ ننگی رہے۔(۵۲)

غالباً جلباب کا مقصد اجنبی مردوں سے چہرے کا چھپانا ہے۔امام جصاص نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

فی هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الاجنبین...... (۵۳)

مسلم معاشرہ میں جلباب کا رواج رہا۔علامہ ابو حیان نے اندلس کی خواتین کا طرز عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اس طرح پردہ کرتیں کہ چہرہ چھپ جاتا صرف ایک آنکھ کھلی ہوتی۔(۵۴)

خواتین کے ان دو اضافی ملبوسات کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خصوصی احکامات ارشاد فرمائے ہیں مثلاً:

۱۔ لباس ایسا ہو کہ اس سے جسم نظر نہ آئے۔ باریک بھی نہ ہو اور چست و تنگ بھی نہیں ہونا چاہئے۔حدیث نبوی میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔

صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط. كاذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات روسهن كاسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها لتوجد من ميسرة كذا وكذا. (۵۵)

دوزخیوں کی دو جماعتیں میں نے نہیں دیکھیں، ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، ان سے لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (مگر اس کے باوجود) ننگی ہوں گی (مردوں کو) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ جو جھکے ہوئے ہوں گے، یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی اور جنت کی خوشبو بڑی دور سے سونگھی جائے گی۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث کی روشنی میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب آپ دیکھئے کہ ہماری فیشن پرست لڑکیاں جو لباس پہنتی ہیں کیا وہ اس کے باوجود ننگی نہیں ہوتیں۔ وہ کس طرح مٹک مٹک کر چلتی ہیں اور سروں پر جو انہوں نے مصنوعی جوڑے (Wig) رکھے ہوتے ہیں، کیا وہ اونٹ کی کوہان کی طرح نظر نہیں آتے۔ وہ اپنا انجام خود دیکھ لیں۔ حضور نے اپنے نور نبوت سے چودہ سو سال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی کس طرح نشاندہی فرمادی، اللہ تعالیٰ ہمیں شرم وحیاء عطا فرمائے۔ (۵۶)

اس حدیث کے ضمن میں علامہ یوسف القرضاوی نے سیاسی استبداد اور اخلاقی گراوٹ میں باہمی تعلق پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مذکورہ حدیث میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ سیاسی استبداد اور اخلاقی گراوٹ کے درمیان ایک قسم کا ربط ہے جس کی تصدیق حالات حاضرہ نے کر دی ہے۔ استبداد کرنے والے ہمیشہ قوم کو شہوت انگیز کاموں میں مصروف رکھ کر اور لوگوں کو ذاتی دلچسپی کے کاموں میں الجھا کر ان کی توجہ عام مسائل سے ہٹاتے ہیں۔ (۵۷)

☆ قال الشافعي رحمه الله تعالى : الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفه فى الفقه ☆

باریک لباس کے نیچے کپڑا لگا لینا چاہئے تاکہ اعضاء نظر نہ آئیں۔ حضرت دحیہؓ کو آپ نے ایک مصری کپڑا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کے دو حصے کر لینا ایک سے اپنی قمیص بنا لینا اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دینا اس کا دوپٹہ بنالے گی مگر بیوی سے کہنا کہ اس کے نیچے کپڑا لگا لے تاکہ اس کا جسم ظاہر نہ ہو۔(۵۸)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور سے بیان فرمایا ہے کہ عورت کے لئے مرد کا لباس پہننا اور مرد کے لئے عورت کا لباس پہننا ممنوع ہے۔(۵۹)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔(البخاری)

مشابہت کے مفہوم میں بات چیت، حرکت، چال اور لباس وغیرہ شامل ہیں۔ انسانی زندگی میں شر کے پیدا ہونے اور معاشرہ کے بگاڑ میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت سے انحراف اور طبعی امور کے خلاف رویہ اختیار کرتا ہے۔ مرد ایک مخصوص مزاج کا حامل ہوتا ہے اور عورت بھی ایک مخصوص مزاج کی حامل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی خصوصیات الگ الگ ہیں لیکن جب مرد مخنث بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے اور عورت مرد بن جانے کی تو اس کا نتیجہ بگاڑ اور اخلاقی گراوٹ کی شکل میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو ملعون قرار دیا ہے جس نے اپنے کو مؤنث بنا لیا اور عورتوں کی مشابہت کرنے لگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرد بنایا تھا اور وہ عورت بھی جسے اللہ نے مؤنث بنایا تھا لیکن وہ مذکر بن کر مردوں کی مشابہت کرنے لگی۔(الطبرانی)

اسی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَهَانِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقِسِيِّ وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے اور قسی (ایک قسم کا ریشم) کا لباس پہننے اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

رَأى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ثَوْبَيْنِ معصفرين فقال :

ان هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔(٦٠)

لباس۔ اہلِ علم کی آراء:

اسلام میں کوئی خاص لباس مقرر نہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ جو لباس بھی ہو وہ صاف ستھرا اور ساتر بدن ہو یعنی ایسا لباس کہ جس کے پہننے سے جسم کی بناوٹیں ظاہر نہ ہونے پائیں۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ جسم کے بے ڈھنگے حصے جو ذوق جمال و تناسب کے لئے ناگوار ہیں ان سے نگاہیں محفوظ رہیں اور دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ جنسی اشتعال کا سامان جس سے قرآنِ مجید نے دور رہنے کی تلقین کی ہے، پیدا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ حیاء اور پردے کے تصورات اسی پر مبنی ہیں اس کے علاوہ اس سے وقار انسانی کا تحفظ بھی مطلوب ہے۔ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ "لباس" پہننے والے کی حیثیت سے فروتر نہ ہو اور نہ ایسا ہو کہ اس سے اظہار فخر و تکبر ہوتا ہو۔ مردوں کے لئے ریشمی اور پرتکلف لباسوں کو دو وجہ سے اچھا نہیں سمجھا گیا کہ انسان اپنے عظیم اخلاقی نصب العین کے پیش نظر سخت کوشی اور دوامی جدوجہد پر مجبور سمجھا گیا ہے۔ غرض اسلام نے اگرچہ کسی خاص لباس کی قید نہیں لگائی، لیکن لباس کے لئے بعض خاص آداب و شرائط ضروری عائد کی ہیں۔ یہ شرائط اسلام کی اخلاقیات انفرادیہ واجتماعیہ کے تابع ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید وسنت میں ہے بعض لباس ایسے ہیں جنہیں فواحش میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو لباس کی اصل روح سراسر ڈھانپنا اور وقار انسانی کے منافی اوضاع پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا عریانی اور نیم برہنگی کے قریب قریب لباس بھی ممنوع ہیں۔ اس کی تائید سورۃ النور کی آیات حجاب سے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جن کے کپڑوں سے برہنگی ظاہر ہوتی ہو۔(٦١)

ایک مسلمان دنیا بھر کے لباس (موسم و آب و ہوا اور رسم و رواج کے تحت) استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ ان میں آداب و شرائط مذکورہ بالا کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

اس سلسلے میں شعار قومی کے طور پر مسلمانوں کو یہ بھی حکم ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کے اتباع

سے بچیں اور اپنی انفرادیت کو دوسری باتوں کے علاوہ لباسوں میں بھی قائم رکھیں۔ یہ دراصل قومی تشخص کے تحفظ کیلئے نہایت ضروری ہے۔ آج کل بعض لوگ مغربی بین الاقوامیت کی آڑ میں مغرب کے بعض لباسوں کی ترویج کے قائل ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مسلمانوں کی اپنی ایک خاص بین الاقوامیت بھی ہے اس کا اتباع مغرب کی بین الاقوامیت کے اتباع سے مقدم اور مستحسن ہے۔ کسی بھی ایسی تہذیب کا اتباع جو اس اسلامی تشخص کی نفی کرتی ہو، اسلامی تعلیمات کے مطابق پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے فقہاء نے من تشبه بقوم فهو منهم کے تحت دوسری اقوام کی مشابہت اختیار کرنے کی مخالفت کی ہے اور اسی کے تحت بعض ملکوں میں مسلم اور غیر مسلم لباسوں میں فرق بھی نظر آتا ہے۔ (۶۲)

دورِ حاضر کے بعض نامور علماء کا لباس کے بارہ میں نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں اگرچہ بعض معلومات کا تکرار نظر آئے گا مگر بین السطور چند ایسی تحقیقات بھی سامنے آئیں گی جو دورِ حاضر میں لباس کے حوالہ سے اہم ہیں۔

(الف) ڈاکٹر محمود احمد غازی:

اگر کوئی برصغیر کے لوگوں کے ہاتھ اسلام قبول کرے تو اس کو زبردستی شلوار قمیص، صدری اور قراقلی پہنائیں گے حالانکہ ان چیزوں کا اسلام میں کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس کے کپڑوں پر حجاب کے اعتبار سے اعتراض ہے یا کوئی مرد ریشم پہنے یا عورتیں مردانہ اور مرد زنانہ کپڑے پہنتے ہوں تو اس کو تو بلاشبہ درست کرنا چاہئے لیکن ان کے علاوہ کسی کو کسی خاص علاقے کے رسوم ورواج کا پابند بنانا شریعت کا حکم نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے آیا ہو اور پہلے اس کا لباس تبدیل کروایا ہو۔ لوگ اسلام قبول کرتے تھے تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سے لباس بدلوایا گیا ہو۔ ہاں اگر کسی کے لباس میں کوئی غلطی تھی تو آپ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ اس میں یہ غلطی درست کردو باقی لباس ٹھیک ہے۔ (۶۳)

(ب) علامہ زاہد الراشدی:

میرے خیال میں کالر اور ٹائی کا تعلق مذہب یا اس کی علامات سے نہیں بلکہ موسمی ضروریات سے ہے۔ سرد علاقوں کے لوگ گلے کو بند رکھنے کے لئے ٹائی کا استعمال کرتے ہیں اور کالر اس کی ضروریات میں سے ہے۔ لباس کے بارے میں قرآنِ کریم نے (۱) زینت (۲) ستر

اور (۳) موسمی ضروریات کو اس کے مقاصد میں شمار کیا ہے اور فقہاء کرام نے کفار کی مذہبی علامات وشعائر کے ساتھ مشابہت کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ ان حدود کے اندر کوئی سالباس ہوا سے ممنوع قرار نہیں دیا جانا چاہئے اور اس حوالہ سے کوئی فیصلہ کرتے وقت علاقائی اور موسمی تقاضوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔(۶۴)

(ج) محمد یوسف القرضاوی:

شریعت نے عورتوں کیلئے جو لباس جائز کیا ہے اس میں درج ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱۔ وہ لباس جسم کے سارے حصے کو ڈھانکنے والا ہو سوائے اس حصے کے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

۲۔ کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ جسم جھلکنے لگے کیوں کہ ایسا لباس ساتر نہیں ہوتا۔

۳۔ لباس اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوں۔

۴۔ ایسا لباس نہ ہو جو صرف مردوں کے لئے مخصوص ہو۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو عورتوں کے شرعی لباس میں ہونے چاہئیں۔ ان میں سے اگر ایک وصف بھی کسی لباس میں مفقود ہو تو وہ لباس شریعت کی نظر میں جائز نہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ فیشن کے چکر میں آ کر عورتوں نے اللہ کے احکام کو فراموش کر دیا ہے۔(۶۵)

(د) محمد حنیف ندوی:

لباس کے معاملہ میں بھی اسلام اسی اصول کا حامی ہے کہ اس میں جہاں ان پاکیزہ انسانی اقدار کا خیال رکھا جائے، جو ساری انسانیت کے لئے مفید اور آیۂ رحمت ہیں وہاں تنوع، رنگارنگی اور ان خصوصیات کو بھی گوارا کیا جائے جن کو کسی قوم یا معاشرہ نے اپنا رکھا ہے۔ قرآنِ حکیم اس حقیقت کا کھلے بندوں اظہار کرتا ہے کہ آب وہوا، موسم اور پیشے کی تبدیلیوں سے لباس کی وضع قطع میں تبدیلیوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم باسکم ۔(النحل:۸۱) اور تمہارے لئے کچھ پہناوے دیئے گئے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے بنائے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں۔

قرآنِ حکیم ذوق جمال کی رنگارنگی بھی تسلیم کرتا ہے اور واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کرتا ہے کہ لباس میں زینت و آرائش کے پہلو قطعی ممنوع نہیں۔

خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (اعراف:۳۱)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ. (اعراف:۳۲)

یعنی قرآنِ حکیم یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنا رہن سہن اس انداز کا رکھے کہ جس سے تحدیث نعمت کا اظہار ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص یا معاشرہ کو سہولت و آرائش کی کن کن صورتوں سے نوازا ہے۔

واما بنعمة ربک فحدث (ضحیٰ:۱۱) اور اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا کر۔

حدیث ان الفاظ میں آئی ہے۔

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده. (ترمذی)

تنوع اور اختلاف کی ان صورتوں کو جو آب و ہوا اور ذوق و ضرورت کے تقاضوں سے ابھرتی ہیں اسلام نظر انداز نہیں کرتا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ ان میں پاکیزہ اور بلند تر انسانی اقدار کو بھی ملحوظ و مرعی رکھا جائے جو تہذیب اسلامی میں ہمہ گیر وحدت اور یکسانی پیدا کر سکیں اور ان کو ایک مخصوص ملت اور مخصوص گروہ کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ (۶۶)

خلاصہ بحث

۱۔ لباس انعامات الٰہیہ میں سے ہے (ملاحظہ فرمائیے اعراف: ۲۶، النحل: ۸۱) اور اظہار تشکر کا ذریعہ ہے۔

۲۔ لباس تقاضائے فطرت ہے چونکہ فطرت سلیم میں بیرونی اثرات کے تحت انحراف ہوتا ہے اس لئے لباس کے سلسلہ میں بنیادی ہدایات دے دی گئیں۔

۳۔ لباس کا مقصد زینت، ستر پوشی، موسمی ضروریات کی تکمیل، بدن کی حفاظت ہے مگر ان مقاصد کے حصول کے لئے افراط و تفریط کا رویہ درست نہیں۔

۴۔ ہر شعبہ حیات کے لئے علیحدہ لباس بھی مقرر کیا جا سکتا ہے جو اس خاص کام کی نوعیت اور مقام و مرتبہ سے ہم آہنگ ہو۔ حدیث میں "ثوب مھنته" کے الفاظ سے Uniform کا تصور بھی سامنے آتا ہے۔

۵۔ عید، جمعہ، شادی اور خوشی کے دیگر مواقع پر عمدہ/ دھلا ہوا لباس پہننا مستحب ہے۔ کیونکہ مـــن

انعم اللہ عزو جل علیہ نعمۃ فان اللہ یحب أن یری اثر نعمتہ علی عبدہ۔(٦٧)

اس مقصد کے لئے اگر اپنے پاس عمدہ لباس نہ ہوتو عاریتاً بھی لیا جا سکتا ہے۔(٦٨)

٦۔ مرد اور عورت کے لباس میں فرق رکھا گیا ہے۔اس سلسلہ میں عرف و عادت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کیونکہ ہر علاقہ کے لباس کی ہیئت دوسرے علاقے سے مختلف ہوتی ہے۔(٦٩)

٧۔ غیر مسلموں کے بنے ہوئے لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

٨۔ قومی لباس کو دوسرے لباسوں پر ترجیح دی جانی چاہئے۔

٩۔ ضرورت مند افراد کو لباس فراہم کرنا معاشرہ میں اہل ثروت کے ذمہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ المفردات بذیل مادہ۔

۲۔ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، کشف الالتباس فی استحباب اللباس، مترجم مفتی عطاء اللہ نعیمی، دار احیاء العلوم کراچی، ۲۰۰۳ء ص ۳۶۔

۳۔ سید مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۲ء جلد۲، ص ۱۸۔۱۹۔

۴۔ شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم، سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ جلد۴، ص ۷۷۔۸۸۔

۵۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۸۹ء جلد۳، ص ۵۳۵۔

۶۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، دارالاشاعۃ الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱ء جلد۲، ص ۶۱۲۔

۷۔ تفسیر نمونہ، جلد۶، ص ۳۸۱۔۳۸۲۔

۸۔ معارف القرآن، جلد۳، ص ۵۴۳۔

۹۔ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلشرز لاہور، ۱۴۰۰ھ، جلد۵، ص ۴۱۶۔

۱۰۔ تفہیم القرآن، جلد۶، ص ۱۴۳۔۱۴۴۔

۱۱۔ معارف القرآن، جلد۳، ص ۲۲۳۔

۱۲۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

۱۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس۔

۱۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس۔

۱۵۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس۔

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء۔

۱۷۔ ابن العربی المالکی، عارضۃ الاحوذی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، جلد ۷، ص ۲۳۷۔

۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء۔

۱۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان فی غسل الثواب۔

۲۰۔ نفس مصدر۔

۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر۔

۲۲۔ العینی محمود بن احمد، عمدۃ القاری، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۰۰۳ء، ج ۲۲، ص ۱۶۔

۲۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهره۔

۲۴۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم مولانا عبدالرحیم قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۵۱۷۔

۲۵۔ سنن ابی داؤد۔

۲۶۔ موسوعۃ الفقہیہ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، الکویت ۱۹۹۳ء، ج ۶، ص ۱۳۱۔۱۳۴۔

۲۷۔ کتب احادیث اور شروح حدیث کے علاوہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) سبل الہدیٰ والرشاد، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۷، ص ۲۶۹۔۳۱۷۔

(۲) ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ج ۵، ص ۵۶۶۔۵۸۵۔

(۳) زاد المعاد، جلد اول، اردو میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب محمد عبدالسلام کی "لباس نبوی" کے نام سے دار العلوم سلطانیہ جہلم سے شائع ہوئی ہے۔

۲۸۔ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفة ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۹۔ الاتحافات الربانیہ بشرح الشمائل المحمدیہ، ص ۹۳، بحوالہ انوار غوثیہ شرح الشمائل النبویہ از محمد امیر شاہ گیلانی، مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی، ص ۸۷۔

۳۰۔ نفس مصدر، ص ۸۹۔

۳۱۔ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۳۲۔ کاندھلوی، محمد ادریس، تعلیق الصبیح، داراحیاء التراث، العربی بیروت ۲۰۰۴ء، جلد ۴، ص ۵۰۹۔
۳۳۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳۴۔ انوار غوثیہ، ص: ۱۰۴۔
۳۵۔ نفس مصدر۔
۳۶۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ج ۲۸، ص ۷۹۔
۳۷۔ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ، جلد اول، ص ۴۶۸
۳۸۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳۹۔ نفس مصدر۔
۴۰۔ انوار غوثیہ، ص ۸۸، قمیص زمانہ قدیم سے زیر استعمال ہے۔ قرآنِ کریم میں قصہ سیدنا یوسف علیہ السلام سے بھی عیاں ہے۔
۴۱۔ عمامہ صحیح احادیث سے ثابت ہے مگر اس کے فضائل میں نقل ہونے والی روایات کو علامہ البانی نے شدید ضعیف کہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ مقالات الالبانی، تحقیق نورالدین طالب، دار اطلس ریاض ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۸۔۱۳۵۔
۴۲۔ ان تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری کتاب اللباس اور شمائل ترمذی۔
۴۳۔ عمدۃ القاری، جلد ۲۱، ص ۴۷۰۔
۴۴۔ الشافعی، محمد بن ادریس، الام، مطبعۃ الشعب، جلد اول، ص ۲۰۶۔
۴۴۔الف: القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، المکتبۃ التجاریہ بیروت ۱۹۹۵ء، جلد ۴، ص ۱۷۶
۴۵۔ ابن الجوزی، زادالمسیر، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء تحقیق احمد شمس الدین، ج ۴، ص ۱۴۳
۴۶۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۸ء ج ۳، ص ۳۶۵
۴۷۔ آلوسی، سید محمود، روح المعانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء، جلد ۴، ص ۳۵۱۔
۴۸۔ سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب اللباس للجمعۃ۔
۴۹۔ تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے السایس، محمد علی، تفسیر آیات الاحکام، احیاء التراث العربی بیروت، ۲۰۰۱ء، ج ۲، ص ۲۴۷۔
۵۰۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۸۶۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

۵۱۔ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ج ٦، ص ۴۲۵۔
۵۲۔ الماوردی، محمد بن حبیب، النکت والعیون، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج ۴، ص ۴۲۴۔
۵۳۔ الجصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء، ج ۳، ص ۷۱
۵۴۔ ابوحیان، محمد بن یوسف، البحر المحیط، دارالکتب بیروت، ۲۰۰۱ء، ج ۷، ص ۲۴۰۔
۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس......
۵۶۔ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۹ھ، ج ۴، ص ۹۵۔
۵۷۔ القرضاوی علامہ یوسف اسلام میں حلال وحرام مترجم شمس پیرزادہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۸۔
۵۸۔ سنن ابن داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس القباطی للنساء۔
۵۹۔ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم۔
۶۰۔ اسلام میں حلال وحرام، ص ۱۰۸۔۱۰۹۔
۶۱۔ مسلم کتاب اللباس، نیز البخاری کتاب اللباس۔
۶۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۵، ص ٦٧۔٦٨۔
۶۳۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۳۰۔
۶۴۔ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، ج ۱۵، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۔
۶۵۔ القرضاوی، محمد یوسف، فتاویٰ یوسف القرضاوی، ترجمہ سید زاہد اصغر فلاحی، دارالنوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء، جلد اول، ص ۲۳۱۔
۶۶۔ حنیف ندوی، محمد اساسیات اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۸۔۱۲۹۔
۶۷۔ الہیثمی، علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد، تحقیق محمد عبدالقادر احمد عطاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۱ء ج ۵، ص ۱٦۵۔
۶۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک جوڑا تھا جس کو لوگ شادی کے موقعہ پر لے جاتے۔ (صحیح بخاری کتاب الہبہ، باب الاستعارہ)۔
۶۹۔ فاماهية اللباس فتختلف عادة كل بلد، فتح الباری، ج ۱۰، ص ۳۳۲۔